گستاخِ رسول ﷺ کی سزا پر ایک بے جا اعتراض

[گزشتہ صفحات میں جناب بشیر مسیح کے کھلے خط میں من جملہ دوسرے امور کے گستاخِ رسول کی سزا منسوخ کرنے کی بات کی گئی ہے۔ اس پر جناب محمد اسماعیل قریشی (سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ) کا نقطۂ نظر پیش کیا جاتا ہے۔ مدیر]

وزارتِ مذہبی امور پاکستان سے حال ہی میں راقم کے نام ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ بین الاقوامی اداروں کی جانب سے توہین رسالت کے بارے میں استفسارات ہو رہے ہیں، اس لیے اس اہم مسئلہ پر مسلم ماہرین قانون سے بھی معاونت طلب کی گئی اور دریافت کیا گیا ہے کہ برطانیہ اور امریکہ میں توہین مسیح سے متعلق کیا قوانین ہیں؟ اس کے علاوہ حقوق انسانی کے بعض اداروں نے بھی اس سلسلہ میں راقم سے رجوع کیا ہے۔ غالباً اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسلم ماہرینِ قانون کی تنظیم کی جانب سے یہ مسئلہ وفاقی شرعی عدالت میں اٹھایا گیا تھا۔ جہاں سے توہینِ رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہوئی۔ پھر حکومت پاکستان کے سپریم کورٹ سے اپیل واپس لینے کے بعد توہینِ رسالت کا قانون پاکستان میں نافذالعمل ہے۔ جس پر فادر روفن، مسٹر طارق۔ سی۔ قیصر ایم۔ این۔ اے اور ان کے بعض ہم مذہب مسیحی لیڈروں نے ناخوشگوار ردعمل کا اظہار کیا ہے۔ اس قانون کو موجودہ انتخابات میں الیکشن ایشو بھی بنایا گیا اور کہا گیا کہ یہ قانون انسانی اور بنیادی حقوق کے بھی خلاف ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس قانون کی وجہ سے اقلیتی فرقوں کے سر پر ننگی تلوار لٹک رہی ہے۔

یہ سارے اندیشے، خدشات اور اعتراضات سراسر بے بنیاد ہیں۔

جہاں تک انسانی حقوق کے علمبرداروں کے اعتراض اور عالمی اداروں کے استفسار کا تعلق ہے، اس کے جواب میں ان سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کشمیر اور بوسنیا میں یہ جو کشت و خون کا بازار گرم ہے اور وہاں بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور مردوں کے دن رات سر کاٹے جا رہے ہیں، اس نسل کشی اور قتلِ عام کے خلاف یہ نام نہاد تنظیمیں اور بین الاقوامی ادارے کیوں خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں؟ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت غیر مسلموں کی زندگیوں کے تحفظ کی ضمانت ہے۔ ورنہ سلطنتِ مغلیہ کے سقوط کے بعد ۱۸۶۰ء میں جب برٹش گورنمنٹ نے توہینِ رسالت کے قانون کو منسوخ کیا تو مسلمان سرفروشوں نے اس قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور گستاخانِ رسول ﷺ کو قتل کر کے انہیں کیفرِ کردار تک پہنچاتے رہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ

جس وقت ہندوستان میں یہ اسلامی قانون منسوخ کیا گیا، اس وقت انگلستان میں قانون توہینِ مسیح ملک کا قانونِ عام اور وضعی قانون تھا اور آج بھی وہاں کے کامن لاء کا حصہ اور مجموعہ قوانین میں شامل ہے جس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔ قانون توہینِ رسالت ﷺ کے پاکستان میں نافذ ہو جانے کے بعد اب یہ معاملہ افراد کی بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آ گیا جو تمام شہادتوں اور حقائق کا جائزہ لینے کے بعد یہ بھی دیکھے گی کہ آیا ملزم کی نیّت توہین کی تھی یا نہیں۔ کیونکہ اسلامی قانون تعزیر کی بنیاد رومن لاء کے برعکس نیّت اور ارادہ پر رکھی گئی ہے جس سے جرم کا تعین ہوتا ہے۔ اس کا ماخذ وہ مشہور حدیث ہے جس میں فرمایا گیا "انما الاعمال بالنیات" اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ اس کے علاوہ شک کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے۔ اس کا مصدر بھی وہ حدیث مبارک ہے جس میں حکم دیا گیا ہے کہ حدود کی سزاؤں کو شبہات کی بناء پر ختم کیا جائے۔ چنانچہ سال ۱۹۹۱ء میں اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد آج تک کسی ایک شخص کو بھی توہینِ رسالت کے جرم میں سزائے موت اعلیٰ عدلیہ نے نہیں دی۔ مسیحی برادری کو تو قانون توہینِ رسالت کا خیر مقدم کرنا چاہیے تھا کیونکہ فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے حتمی فیصلہ کے بعد نہ صرف پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخی قابل تعزیر جرم بن گیا ہے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیائے کرام کی توہین اور اہانت کی بھی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبروں کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی کرتے ہیں، اس لیے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔

ان پیغمبروں کے علاوہ قرآن کے احکام کے مطابق مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے خلاف بھی اہانت کی اجازت نہیں اور نہ انہوں نے آج تک ایسی شرارت کی ہے۔ سال ۱۹۸۸ء کا واقعہ ہے، میں یو۔ ایم۔ او کی دعوت پر لندن میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لیے موجود تھا۔ ان ہی دنوں ماہ ستمبر میں یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسس کی انتہائی شرمناک پکچر مسیح کی آخری ترغیب جنسی لندن کے سینما گھروں میں دکھائی جانے والی تھی جس میں جناب مسیح کو ایک آبرو باختہ طوائف کے کوٹھے پر سرگرم اختلاط ہوتے دکھلایا گیا تھا۔ میں نے اسلامک سنٹر میں پریس کانفرنس منعقد کی اور لندن میں مقیم مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اس فلم کے خلاف پرامن احتجاج کریں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف عیسائیوں ہی کے نہیں، ہمارے بھی واجب الاحترام پیغمبر ہیں جس پر مسلمانوں کے ساتھ رومن کیتھولک چرچ، پروٹسٹنٹس اور بعض یہودی مذہبی گروہوں کے رہنماؤں نے بھی پلازہ سینما کے سامنے پکٹنگ، خاموش احتجاجی مظاہرہ کیا۔ بالآخر وہ فلم فلاپ ہوئی جس کی پبلسٹی پر ہزاروں پونڈ خرچ ہوئے تھے۔ جناب ریاض احمد چودھری نے جو برٹش نیشنل بھی ہیں، ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کی جانب سے برٹش فلم انسٹی ٹیوٹ کو بلاس فیمی قانون کے تحت کارروائی کا نوٹس بھی دیا